فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب حفظہ اللہ

جمعۃ المبارک 30 جمادی الاولیٰ 1445 15 دسمبر 2023

شمارہ 232

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- ایک علاج میں میاں اور بیوی دونوں کا میڈیکل فنڈ کی سہولت لینا
- مقروض شوہر کی صاحب حیثیت بیوی پر زکوٰۃ کا حکم
- میراث کے گھر میں ایک وارث کا تعمیر کرنا
- مسجد کے سولر کے لیے جمع رقم سے قالین خریدنا

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com
پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com
پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی، C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

ایک علاج میں میاں اور بیوی دونوں کا میڈیکل فنڈ کی سہولت لینا

سوال: میں اور میری اہلیہ الگ الگ کمپنی میں نوکری کرتے ہیں اور ہم دونوں کو کمپنی کی طرف سے سہولت ہے کہ اگر میڈیکل کا کوئی خرچ ہوگا تو کمپنی ادا کرے گی، اب اگر میں یا میری اہلیہ یا بچے بیمار ہوتے ہیں تو جو بل ڈاکٹر سے ملتا ہے، اس کی فوٹو کاپی کمپنی میں جمع کروانے سے پیسے مل جاتے ہیں۔ اب اگر ہم دونوں وہ بل اپنی اپنی کمپنی میں جمع کروائیں تو اس سے ہمیں دگنی ادائیگی ہوگی، یعنی مثلاً خرچ ہوئے سو روپے اور دونوں نے کلیم کیا تو دو سو مل گئے، سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح ایک ہی خرچ میں دو سہولیات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟

جواب: میاں بیوی دونوں میں سے جو بیمار ہو اس کے لیے اپنی متعلقہ کمپنی سے اپنے علاج کا جائز اور حقیقی بل وصول کرنا جائز ہے، اسی طرح اولاد میں سے کوئی بیمار ہو اس کے علاج ومعالجہ کا خرچہ بھی متعلقہ کسی ایک کمپنی سے وصول کرنا جائز ہے، دونوں کی کمپنیوں سے جھوٹ اور دھوکے سے ناجائز بل وصول کرنا حرام ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: {ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقا من أموال الناس بالأثم} . والمراد، واللہ أعلم: لا يأكل بعضكم مال بعض بالباطل۔۔۔ أكل المال بالباطل على وجهين: أحدهما: أخذه على وجه الظلم والسرقة والخيانة والغصب وما جرى مجراه، والآخر: أخذه من جهة محظورة، نحو الثمار، وأجرة الغناء والقيان والملاهي والنائحة وثمن الخمر والخنزير و الحرومالايجوز أن يتملكه وإن كان بطيبة نفس من مالكه ،وقدانتظمت الآية حظر أكلها من هذه الوجوه كلها۔(أحكام القرآن للجصاص، باب ما يحله حكم الحاكم وما لا يحله، سورة البقرة :۱۸۸)

والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما، والأحسن ديانة التنزه عنه ففي الذخيرة: سئل الفقيه أبو جعفر عمن اكتسب ماله من أمراء السلطان ومن الغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه؟ قال أحب إلي في دينه أن لا يأكل ويسعه حكما إن لم يكن ذلك الطعام غصبا أو رشوة. (حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب رد المشتري فاسدا إلى بائعه فلم يقبله)

مقروض شوہر کی صاحب حیثیت بیوی پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: ایک خاتون نے پوچھا ہے کہ ان کے پاس ساڑھے سات تولے سونا ہے جس پر زکوٰۃ لگتی ہے، لیکن وہ خود ذاتی طور پر کچھ نہیں کرتیں کہ زکوٰۃ ادا کرسکیں اور ان کے شوہر کماتے ہیں، لیکن ان پر بہت قرضہ ہے، اس لیے وہ زکوٰۃ نہیں دے سکتیں، کیوں کہ ان کے شوہر ہی زکوٰۃ کی رقم دیں گے، سوال یہ ہے کہ ان خاتون پر زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا واجب ہے؟ اگر ہے تو کس صورت میں ادا کریں؟ اگر ان پر پچھلے سالوں کی بھی کوئی زکوٰۃ جو ادا نہیں کرسکیں اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: جو مال بیوی کی ملکیت میں ہے اس کی زکوٰۃ بیوی ہی کے ذمے لازم ہے، شوہر پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں۔ لہٰذا اگر بیوی کے پاس مال موجود ہے کہ اس سے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کرسکے تو ٹھیک ورنہ اس سونے کو بیچ کر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ اور گزشتہ جتنے سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ان تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی لازم ہے۔

زکوٰۃ ادا کرتے وقت پہلے پچھلے سالوں کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن یہ خاتون نصاب کی مالک بنی تھیں، اگلے سال اسلامی تاریخ کا وہی دن ان کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا دن ہوگا۔

اگر صاحب نصاب بننے کی تاریخ یاد نہ ہو تو اس متعلق احسن الفتاویٰ میں ہے کہ اس صورت میں اگر کسی تاریخ کے بارے میں گمان غالب ہو تو وہ تاریخ ہی متعین ہوگی لیکن اگر گمان غالب بھی نہ ہو تو خود کوئی اسلامی تاریخ متعین کر کے اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کرے گی۔ (ملخص از احسن الفتاویٰ)

پھر جس دن زکوٰۃ ادا کرنی ہے اس دن کا سونے کا ریٹ معلوم کر کے اس کی کل قیمت کا ۲ء۵ فیصد زکوٰۃ کی مد میں ادا کر دیں۔ پھر پہلے سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد بچ جانے والا مال اگر نصاب تک پہنچے تو اس مال سے دوسرے

سال کی زکوۃ بھی مذکورہ طریقے کے مطابق ڈھائی فیصد کے حساب سے ادا کی جائے۔ اگر ایک یا چند سالوں کی زکاۃ نکالنے کے بعد زیور، نصاب (ساڑھے سات تولہ سونے) سے کم رہ جائے، لیکن اس خاتون کے پاس ضرورت سے زائد، نقدی یا مال تجارت اتنی مقدار میں موجود ہو کہ اس کی قیمت اور سونے کی قیمت کو ملایا جائے تو وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچتا ہو تو اس میں سے بھی مذکورہ طریقے کے مطابق ۲.۵ فیصد زکوۃ ادا کی جائے گی لیکن اگر سونا بھی نصاب سے کم ہو اور اس کے پاس ضرورت سے زائد اتنا مال نہ ہو کہ ان دونوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو پھر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔

(قال) وليس في أقل من عشرين مثقالا من الذهب زكاة لحديث عمرو بن حزم قال: فيه «، وفي الذهب ما لم تبلغ قيمته مائتي درهم فلا صدقة فيه»۔۔۔حتى يبلغ عشرين مثقالا ففيه نصف مثقال۔(المبسوط للسرخسی: کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ المال)

وأما مقدار الواجب فيه فربع العشر بحديث عمرو بن حزم وحديث علي رضي الله عنهما لأن نصف مثقال من عشرين مثقالا ربع عشره۔(بدائع الصنائع: کتاب الزکوٰۃ، فصل مقدار الواجب في زكاة الذهب)

وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غين الاعتاق) وتعتبر القيمة يوم الوجوب، وقالا يوم الاداء۔(الدر المختار : کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم)

وأما الذي يرجع إلى المؤدي فمنها أن يكون مالا متقوما على الإطلاق سواء كان منصوصا عليه أو لا من جنس المال الذي وجبت فيه الزكاة أو من غير جنسه۔(بدائع الصنائع: کتاب الزکوٰۃ، فصل الذي يرجع إلى المؤدي)

فالمعتبر هو القيمة اتفاقا لتقوم الجودة في المال الربوي عند المقابلة بخلاف جنسه ۔۔۔وفي المحيط يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح۔(رد المحتار على الدر المختار: کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم)

إذا كان لرجل مائتا درهم أو عشرين مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنتين يزكي السنة الأولى، وليس عليه للسنة الثانية شيء عند أصحابنا الثلاثة۔وعند زفر يؤدي زكاة سنتين، وكذا هذا في مال التجارة، وكذا في السوائم إذا كان له خمس من الإبل السائمة مضى عليها سنتان ولم يؤد زكاتها أنه يؤدي زكاة السنة الأولى وذلك شاة ولا شيء عليه للسنة الثانية.

ولو كانت عشرا وحال عليها حولان يجب للسنة الأولى شاتان وللثانية شاة۔ولو كانت الإبل خمسا وعشرين يجب للسنة الأولى بنت مخاض وللسنة الثانية أربع شياه.

ولو كان له ثلاثون من البقر السوائم يجب للسنة الأولى تبيع أو تبيعة ولا شيء للسنة الثانية وإن كانت أربعين يجب للسنة الأولى مسنة وللثانية تبيع أو تبيعة.

وإن كان له أربعون من الغنم عليه للسنة الأولى شاة ولا شيء للسنة الثانية۔۔(بدائع الصنائع: کتاب الزکاۃ، فصل الشرائط التي ترجع على من عليه المال)

وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة وكذلك يضم الذهب إلى الفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبي حنيفة۔(مختصر القدوری: کتاب الذکوٰۃ، فصل فی زکوٰۃ العروض)

میراث کے گھر میں ایک وارث کا تعمیر کرنا

سوال: ایک مسئلے میں آپ کی رائے درکار ہے، وراثت کا گھر جس میں فی الحال کچھ بھائی ساتھ رہتے ہیں۔ کوئی ایک وارث باقی ورثین کی رضامندی کے بغیر وراثت کے گھر پر تعمیراتی کام کروادے، جبکہ دیگر وارثین کی طرف سے اس پر شدید اختلاف ہو تو گھر بکنے اور اس کی تقسیم کے وقت اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا اس کی قیمت سے اس تعمیر کی رقم الگ کر کے مذکورہ بالا وارث کو ادا کی جائے گی؟ واضح رہے کہ یہ تعمیر باقی وارثین کی اجازت کے بغیر زبردستی کی گئی تھی اور اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔

جواب: صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ وارث نے باقی ورثاء کی اجازت اور رضامندی کے بغیر وراثت کے مشترکہ گھر میں تعمیراتی کام کروایا ہے تو اگر اس نے اپنی ضرورت اور استعمال کے لیے کام کروایا ہے تو یہ تعمیر اس کی ملکیت ہے، اس گھر کو بیچ کر تقسیم کرنے کی صورت میں یہ وارث اس گھر کی قیمت میں سے اپنی تعمیر کے ملبے کی، یعنی اگر اس کی تعمیرات کو گرادیا جائے تو اس کے ملبے کی جو قیمت ہوگی، اس قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے، اس سے زیادہ کا نہیں، بقیہ رقم ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔

اور اگر اس نے یہ تعمیراتی کام سب ورثاء کی ضرورت اور استعمال کے لیے ان کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کروایا ہے تو یہ اس کی طرف سے تبرع اور نیکی ہے، ایسی صورت میں مکان کی کل رقم سب ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کی جائے گی، یہ وارث اپنے حصے کے علاوہ اضافی رقم کا مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ اگر باقی ورثاء اپنی خوشی سے کچھ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، یہ ان کی طرف سے نیکی اور تبرع ہوگا۔

"والذي تحصل في هذا المحل أن الشريك إذا لم يضطر إلى العمارة مع شريكه بأن أمكنه القسمة فأنفق بلا إذنه فهو متبرع، وإن اضطر وكان الشريك يجبر على العمل معه فلا بد من إذنه أو أمر القاضي فيرجع بما أنفق، وإلا فهو متبرع إن اضطر وكان شريكه لا يجبر، فإن أنفق بإذنه أو بأمر القاضي رجع بما أنفق أو لا فبالقيمة، فاغتنم تحرير هذا المقام الذي هو مزلة أقدام الأفهام". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الشركة: ٤/ ٣٣٤)

إذا عمر أحد الشريكين الملك المشترك ففي ذلك احتمالات أربعة: ...الاحتمال الثاني - إذا عمر أحد الشريكين المال المشترك للشركة بدون إذن الشريك كان متبرعا...الاحتمال الرابع - إذا عمر أحد الشريكين المال المشترك بدون إذن شريكه على أن يكون ما عمره لنفسه فتكون التعميرات المذكورة ملكا له، وللشريك الذي بنى وأنشأ أن يرفع ما عمره من المرمة الغير المستهلكة. انظر شرح المادة (٥٢٩) ما لم يكن رفعها مضرا بالأرض ففي هذا الحال يمنع من رفعها". (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام، كتاب الشركات، الباب الخامس في بيان النفقات المشتركة: ٣/ ٣١٤)

مسجد کے سولر کے لیے جمع رقم سے قالین خریدنا

سوال: ہماری مسجد میں سولر سسٹم کے لیے چندہ جمع کیا گیا ہے، لیکن اب قالین کی اشد ضرورت ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ سولر والی رقم سے قالین خرید لیا جائے اور اسے قرض تصور کر کے بعد میں اس مد میں پیسے واپس ڈال دیے جائیں؟ نیز اگر ممکن ہے تو کیا صورت ہوگی؟ قرض واپس کس طرح ہوگا اور کون کرے گا؟ کیوں کہ تمام کمیٹی کا یہ فیصلہ ہے کہ ایسا کرلیا جائے، تو اب مسجد کے چندے سے کیا جائے گا یا کوئی کمیٹی ممبر اپنی جیب سے ڈالے گا؟

جواب: جس مقصد کے لیے چندہ کیا گیا ہے، اس رقم کو اسی مقصد میں استعمال کرنا ضروری ہے، چندہ دینے والوں کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے مصرف میں اس کو خرچ کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں جب سولر سسٹم کی خریداری کے لیے چندہ کیا گیا ہے تو اس کو اسی مقصد میں استعمال کرنا ضروری ہے، ہاں اگر فی الحال اس کی ضرورت نہیں تو قالین کی خریداری کے لیے تمام چندہ دہندگان سے باقاعدہ اجازت لی جائے، بغیر اجازت اس رقم کو قالین کی خریداری میں استعمال کرنے کی صورت میں کمیٹی ممبران کے ذمے لازم ہوگا کہ اپنے ذاتی مال سے ضمان ادا کریں۔

قال هذا الشارح وهذا موافق لقول مشايخنا كغيرهم شرط الواقف كنص الشارع فيجب اتباعه كما في شرح المجمع للمصنف اهـ.

فهذا يؤيد قوله ويصح أن يكون التشبيه في وجوب العمل أيضا تأمل والله تعالى أعلم اهـ.(منحة الخالق على البحر الرائق:باب شروط الواقفين)

سئل أبو نصر عن رجل جمع مال الناس على أن ينفقه في بناء المسجد فربما يقع في يده من تلك الدراهم فأنفقها في حوائجه ثم يرد بدلها في نفقة المسجد من ماله أيسع له ذلك ؟قال:لا يسعه أن يستعمل من ذلك في حاجة نفسه فان عرف مالكه رد عليه وسأله تجديد الإذن فيه وإن لم يعرف استأذن الحاكم فيما أُستعمل وضمن.(الفتاوى التاتارخانيه:كتاب الوقف)

أن القيم ليس له إقراض مال المسجد قال في جامع الفصولين ليس للمتولي إيداع مال الوقف والمسجد إلا ممن في عياله ولا إقراضه فلو أقرضه ضمن وكذا المستقرض وذكر أن القيم لو أقرض مال المسجد ليأخذه عند الحاجة وهو أحرز من إمساكه فلا بأس به وفي العدة يسع المتولي إقراض ما فضل من غلة الوقف لو أحرز. (البحر الرائق: كتاب الوقف،باب تصرفات الناظر فى الوقف)

ختم شد